© rasailojaraid.com

میر قمر الدین منّت

از جناب ڈاکٹر سید اظہر علی صاحب ایم۔اے پی۔ایچ۔ڈی (کنٹب) پروفیسر دہلی یونیورسٹی

منت سید عبداللہ مشہدی المشتہر بہ امام ناصر الدینؒ کی اولاد تھے۔ ان کی نسبت فارسی کی ایک قدیم قلمی تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ امارت اسلام سے پیشتر گھوڑوں کے تاجر بن کر ہندوستان میں آئے۔ اور سونی پت میں جہاں اب مزار ہے اسی مقام کے قریب شہادت پائی۔ بقیۃ السیف عزیز اور رفیق ہندوستان سے واپس جا کر ایران میں شہر مشہد میں آباد ہوئے۔ ان کی اولاد ہندوستان میں آئی تو سونی پت میں مزار کے قریب مشہد نام محلہ بسایا۔ اس نام میں دونوں رعایتیں ہیں یعنی ایران کے شہر مشہد کی یاد بھی اس سے تازہ کی اور اپنے جد امام ناصر الدینؒ کی شہادت کو بھی نہیں بھولے۔ [۱]

منت کا نسب از روئے تذکرہ روز روشن چودہ واسطوں سے سید جلال الدین عضد یزدی سلطان مظفر کے وزیر تک پہنچتا ہے۔

منت کی ولادت ان کے وطن سونی پت میں ہوئی۔ [۲] رسالہ تہذیب کلام کے دیباچہ میں منت نے اپنا نام، باپ دادا کا نام اور نسب ذیل کے الفاظ میں بتایا ہے "حقیر کثیر التقصیر قمر الدین ابن ثناء اللہ ابن مولوی حامد الحسینی الناصری الاصبہی المشہدی السونی پتی الدہلوی المتخلص بہ منت۔"

---

[۱] بانکی پور لائبریری فہرست جلد سوم ص ۲۴۴ غلطی سے ان کا شاہجہان آباد میں توطن اختیار کرنا بتاتی ہے۔ امام ناصر الدین کا ایک مزار جالندھر میں بھی ہے اور علی گڈھ میں بھی شہرت ایک میل پر ہے۔ [۲] فہرست بالا ان کی ولادت دہلی میں ہونا بتاتی ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ یہی غلطی ایتھے نے انڈیا آفس لائبریری کے ۱۳۳ کے ذیل میں کی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سونی پت مضافات دہلی میں ہوئی پندرہ ہزار آدمیوں کی بستی ہے۔ گو یہاں سے سادات کا تعلق اکثر شاہی دربار سے رہا لیکن ان میں سے بہت کم مشہور ہوئے۔ عہد مغلیہ سے پیشتر ان میں سے زیادہ تر اصحاب دربارِ شاہی میں کافی رسوخ رکھتے تھے اور ان میں سے اکثر مہرولی یا اس کے قرب وجوار میں مدفون ہیں چنانچہ انہی میں ایک بزرگ سید محمود بہارؒ ہیں جن کا مزار مہرولی کے راستے میں سڑک سے ہٹ کر بائیں طرف کچھ فاصلے پر واقع ہے میں نے ایک بزرگ کی زبانی یہ بھی سنا ہے کہ شمس العلماء منشی ذکاء اللہ صاحب کی اہلیہ محترمہ سید محمود بہار سے بہت عقیدت رکھتی تھیں۔

سید ناصر الدین شہید کے مزار کے اخراجات کے لئے شاہانِ تغلق کے زمانہ سے کچھ زمینیں وقف تھیں۔ اس وقف نامے کی تجدید و تصدیق محمد شاہ رنگیلے کے زمانے میں ہوئی اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ذاتی رسوخ یا دوسروں کی سعی وسفارش سے سونی پت کے سادات کی رسائی شاہی دربار تک تھی۔

سونی پت میں شرفا یا تو کوٹ پر آباد ہیں یا سادات کے دو چار گھر محلہ شہد میں ہیں۔ کوٹ پر تین محلے ہیں، ایک قاضی زادوں کا۔ چونکہ ان میں سے ایک صاحب علیم الدین کو اکبر نے اس قصبہ اور مضافات کا قاضی مقرر کیا تھا، ان کی اولاد قاضی زادوں کے نام سے مشہور ہوئی۔ دوسرا محلہ پیرزادوں کا ہے تیسرے محلے میں بختیاری افغان[۵] ہیں۔

قاضی زادوں اور پیرزادوں میں مدت سے باہمی قرابت اور رشتہ داری رہی ہے۔ شہر سے باہر ان کے تعلقات زیادہ تر پانی پت میں مولانا حالی مرحوم اور دوسرے خاندانوں کے ساتھ رہے ہیں۔ دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہما جیسے بزرگ اور باکمال حضرات کے خاندانوں میں شادی بیاہ کرتے رہے ہیں اس سے

---

۵ اگرچہ یہ مشہور افغان ہیں مگر ایک زبانی روایت کے مطابق جو ان میں پشتہا پشت سے چلی آتی ہے۔ یہ ان بیرنیوں کی اولاد ہیں جو ہمایوں کے ہمراہ ایران سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئے۔ بہارلو قبیلہ کے ترکمان قدیم خاندانی تعلقات کی بنا پر بیرم خاں کے ہمراہ اس ملک میں آئے۔ اس بات کا ذکر مآثر رحیمی میں موجود ہے لیکن بختیاریوں کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ پرانے زمانے میں رشتہ ناتہ کرتے وقت چونکہ کفو اور خاندانی روایات اور رسم و رواج کا خاص خیال رکھتے تھے اس لئے سادات سونی پت علوم دین اور علوم باطن سے بھی باخبر ہوں گے اور اس زمانے میں تھا بھی انہی علوم کا رواج، نیز عام طور پر علم کی تعریف جو حضور سرور کائنات سے منسوب ہے یعنی العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان۔ اس دور کی زمانہ کی ضرورت اور رواج کی بنا پر یہی تقاضا تھا کہ زیادہ تر توجہ انہی علوم پر صرف کی جائے۔

اقوال بالا کی تصدیق خود منت کی ایک مشہور تالیف شکرستان سے ہوتی ہے، یہ کتاب گلستاں کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ شکرستان کے چھٹے باب میں منت نے اپنے بعض اسلاف کا ذکر کرتے ہوئے مختصر مگر صاف الفاظ میں اپنے اور ان کے رشتہ کی وضاحت کی ہے۔

احادیث کی جانچ پرکھ پر منت کے ایک بھائی نے خود ان کی فرمائش پر ایک مختصر سا رسالہ بھی لکھا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ میرے پاس ہے۔ اس کے دیباچہ میں مولف نے اپنا نام تو ظاہر نہیں کیا لیکن منت اور ان کی فرمائش کی وضاحت موجود ہے۔ آگے چل کر وہ منت امام احمد کے بارے میں اپنے والد کی رائے تحریر کرتے ہیں۔ پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں" وبراے فہم معانی احادیث ودفع تعارض من بینہا حضرت والد ماجد قدس سرہٗ قواعد عجیبہ وفوائد غریبہ تنقیح فرمودہ اند" شاید یہی تالیف ہے جس کا ذکر ہیں ان الفاظ میں آگے چل کر لکھتا ہے" باقی اسانید متنوعہ ووجوہ ثلاثہ بہ کتاب حوالہ[سلہ] کتاب الارشاد الی مہمات الاسناد تصنیف حضرت والد ماجد قدس سرہٗ و والد ماجد از شیخ محمد وفد اللہ کی تمامہ گذرانیدند وایشاں بروالد خود شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی و سند شیخ ابن سلیمان در کتاب صلۃ[سلہ] الخلف مذکور است۔

زمانے کی روش سمجھئے یا وجہ ان کا ذوق، اس زمانے میں کثیر مسلمان تصوف اور درویشی کی چاشنی سے آشنا تھے، نیز چونکہ جناب رسالتمآب نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ الفقر فخری آپ کی والدین سے

سلہ اصل میں "بر" ہے۔ سلہ اصل میں "صلہ" ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کثیر تعداد نے درویشی اور تصوف کو اپنے اوپر لازم کرلیا، اب منت کے بعض اسلاف واجداد کے حوالے سنئے جو شکرستان میں آئے ہیں۔ ان میں ایک صاحب سید عبد الغنی نامی تھے۔ یہ اکبر کے ہم عصروں سے
. . . . ان کے بارے میں ایک
بزرگ خواجہ ہاشم جو اصحاب شیخ الاجل حضرت احمد مجدد الف ثانیؒ میں سے تھے اپنے شیخ یعنی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مقامات میں خود ان کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت شیخ عبد الاحدؒ سرہندی سید عبد الغنی کی ملاقات کے بہت مشتاق تھے جو قصبہ سونی پت کے ایک کامل اور سن رسیدہ بزرگ تھے پھر منت سید عبد الغنی کا ایک واقعہ قلم بند کرکے اپنے اور ان کے رشتے کی یوں وضاحت فرماتے ہیں کہ "جناب سید عبد الغنی کہ صاحب ایں قصہ است جد ہشتمی مولف است"
اورنگ زیب کے ہم عصر ایک بزرگ سید یوسف تھے جو اکثر بادشاہ کے ہمراہ رہتے تھے، ان کے بارے میں منت لکھتے ہیں "کہ سلطان اورنگ زیب کہ زینت اورنگ دین و داد بود سید یوسف را کہ از بنی اعمام جد ماجد مولف است عفی عنہ بغایت احترام کردے روزے فرمود۔ . . .
منت نے اپنے ایک تیسرے بزرگ "شمس الحق والحقیقۃ مقنن قوانین طریقت عارف اوحد سیدی ابو الرضا محمد قدس سرہ الامجد" کا ذکر بھی کیا ہے اور ذاتی رشتے کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے "جد جد ہمیں[1] مولف است" ان کے روحانی کمال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "آیتے بود از آیاتِ الٰہی"۔ یہ بزرگ بایزید سہندی کے ہم عصر تھے جو "اللہ گو" کے نام سے مشہور تھے۔
منت کے آخری بزرگ جن کا انھوں نے شکرستان میں حوالہ دیا اور ذکر کیا ہے۔ حضرت

---

[1] یہ لفظ اصل میں مخدوش ہے۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۵۰۰ قاضی ابو رضا رہ ساکن سوہن پت" نے مولانا فخر الدین فخر جہاںؒ شاہ جہاں آبادی کی توجہ اور فیضِ نظر سے تپ دق سے شفا پائی۔ منت نے ان کو ضرور دیکھا ہوگا کیونکہ یہ تو حضرت مولانا فخر الدین کے مرید تھے، ان کا ذکر خزینۃ الاصفیا میں موجود ہے (۵۰۰ - ۴۹۸) صاحبِ کرامات تھے، مریدوں کی تعداد بھی زیادہ تھی ۔ ۱۱۹۹ ہجری نبوی میں آپ کا وصال ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی ہیں۔ اب سنئے منت ان کا حال کس طرح کہتے ہیں "کمال الحق عبدالعزیز چشتی قدس سرہ کہ جد بعض امہات مولف است عفی عنہ از مشاہیر عرفا و اعلام علما راست" ان الفاظ سے بین طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ منت کی ننہیال حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا خاندان تھا۔

منت کی ولادت ان کے وطن سونی پت میں ۱۱۵۹ھ ہجری میں ہوئی۔ تذکرہ نتائج الافکار کا بیان[۵] جو بانکی پور لائبریری کی فہرست کی تیسری جلد میں نقل کیا گیا ہے وہ بظاہر غلط ہے کیونکہ منت کا انتقال ۱۲۰۸ھ ہجری میں انچاس سال کی عمر میں ہوا جس پر سب اہل تذکرہ متفق ہیں۔ بانکی پور لائبریری کی فہرست کی تیسری جلد میں منت کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اوائل عمری میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ اس لئے ان کی تربیت ان کی خالہ نے کی جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بیوی تھیں۔ بظاہر یہ بیان بھی سقیم ہے کیونکہ خود منت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو "جد بعض امہات مولف" لکھتے ہیں۔ اس ثبوت کے ہوتے ہوئے یہ قول تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہاں اس میں کلام نہیں کہ منت کی تربیت حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاندان میں ہوئی۔ یہی بیان صاحب تذکرہ روز روشن کا ہے۔[۶]

یہ بات قابل غور ہے کہ جہاں منت نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا نام اپنے بزرگوں میں گنوایا ہے وہاں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ذکر بھی نہیں کیا۔ مگر ان کی خاموشی سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ خاندان تو ٹھیرا ایک یہ بتیں نہ بتائیں درحقیقت اس پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اس قریبی رشتہ داری کی وجہ سے منت کی بود و باش زیادہ تر دلی میں رہی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اکثر ان کے وطن یعنی سونی پت بھی جاتے رہتے تھے۔ بلکہ بعض بزرگوں کا بیان یہ بھی ہے کہ شاہ صاحب نے سر الشہادتین سونی پت ہی میں بیٹھ کر تصنیف فرمائی تھی۔ منت نے حدیث اور تفسیر شاہ صاحب کی خدمت میں پڑھی۔ چونکہ جس ماحول میں ان کی تربیت ہوئی وہ قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے پر تھا۔ اس لئے روحانی تربیت

---

[۵] اس کی رو سے منت کا سن ولادت ۱۱۶۵ھ (۱۲۱۴−۴۹) ہے۔ [۶] صفحہ ۶۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی فیضیاب ہوئے۔ اس کے لئے انھوں نے حضرت مولانا فخرالدین فخرجہاں شاہ جہاں آبادی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی یہی وہ بزرگ ہیں جن کو منت تذکرستان میں ازراہ ادب "فخرالانام دام ارشادہ" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے ایک ہم عصر صاحب مجموعۂ نغز کے الفاظ سے توصاف یہ پایا جاتا ہے کہ یہ نہ صرف حضرت فخرجہاں کے مرید تھے بلکہ ان کو خلافت بھی عطا ہوئی تھی جو ان کی باطنی بزرگی اور کسبِ فیض پر دال ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت فخرجہاں کی نسبت تو یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ ان میں ذرے کو آفتاب بنانے کا ملکہ تھا۔ بہرکیف منت مرحوم اور ان کے اعقاب فخریہ کہہ سکتے ہیں۔

گرچہ خردیم نسبتے است بزرگ ذرۂ آفتابِ تابانیم

منت کی ہمہ گیر طبع کو دیکھئے ایک طرف حدیث و تفسیر کا درس تو ایک طرف ذکر و ورد اور روحانی کمال کا شوق اور اس پر مستزاد یہ کہ شاعری کا بھی چسکا چنانچہ فارسی کلام شمس الدین فقیر کو دکھا کر اصلاح لیتے تھے ریختہ کے لئے قیام الدین علی المتخلص بہ قائم کے پاس جاتے تھے[۵]۔ طرفہ یہ کہ انھوں نے شہرت پائی تو شاعری کی بدولت، گوشۂ عزلت یا کسی خانقاہ یا مدرسے میں بیٹھتے تو پتہ نہیں کیا بنتے۔ لیکن نوشتۂ تقدیر کو کون مٹا سکتا اور اس کے خلاف کون چل سکتا ہے۔

بانکی پور لائبریری کی فہرست کی جلد سوم میں ان کے ترجمہ میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ میر شمس الدین فقیر ان کے شاعری کے استاد (بلکہ کیا عجب کہ فارسی میں بھی ان کے استاد ہوں) ان کے رشتہ دار بھی تھے مگر فقیر شیعہ تھے یہ بات سب کو معلوم ہے۔ یا شیعہ نہیں تھے تو تفضیلی عقیدہ ضرور رکھتے تھے جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہے جو انھوں نے حدائق البلاغہ میں درج کئے ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ منت خود عقیدۃً اہل سنت والجماعت گروہ سے تھے اس کی تصدیق ان کے بھائی کے ایک فقرے سے بھی ہوتی ہے۔ جو انھوں نے فنِ حدیث کے اپنے رسالے میں حوالہ قلم کیا ہے، اس سلسلے میں ایک دلچسپ اور قابلِ ذکر

---

[۵] مجموعہ نغز۔ ج ۲ ص ۲۱۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بات یہ بھی ہے کہ آج سونی پت کے سادات اور افغان سب کے سب باستثنائے چند افراد کے شیعی عقیدہ رکھتے ہیں مگر عقیدہ کے اختلاف نے ان کے باہمی تعلقات میں فرق نہیں آنے دیا۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ آپس کی رواداری اور دل آزاری سے گریز ہو۔ اور قلیل گروہ کی بے طاقتی اور بے بسی۔ مگر ہم یہ بھی پاتے ہیں کہ اختلاف عقائد کے باوجود قرابت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور محرم کی عزاداری میں دونوں گروہ شریک ہوتے رہے ہیں ویسے اس بحث کو نہ چھیڑتا، مجھے ذاتی طور پر نہ اس مضمون سے دلچسپی نہ اس قسم کے مناقشوں سے غرض، جن کو اس سے لگاؤ یا اس کے ذریعہ ان کی کمائی ہے انہی کو یہ مبارک ہو۔ مگر چونکہ خود منت کی نسبت بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ منت ۱۱۹۰ھ میں لکھنؤ پہنچے تو وہاں جاکر شیعہ بن گئے۔[50] اس لئے مجبوراً اس پر قلم اٹھانا پڑا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض باتیں خود منت کی تالیف شکرستان میں ایسی بھی ملتی ہیں جن سے اس خیال کی تائید نہیں ہوتی۔ بہرکیف صاحب مجموعہ نغز تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ منت نے دیارِ شرقیہ میں جاکر نہ صرف تبدیل عقیدہ کیا بلکہ ایک رقاصہ سے متعہ بھی کیا اور سنی بھی ملنے لگے۔ جس سے سنی ملنے کا معیوب ہونا پایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ منت کے سنی خاص مذہب معیوب ہو کیونکہ ان کی تربیت خاص مذہبی ماحول میں ہوئی۔ یا اس وجہ سے بھی ذہن اعتراض ہو کہ یہ بہتے ہوؤں کا شیوہ تھا۔

مگر قدرت اللہ قاسم مؤلف مجموعہ نغز ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ یقین نہیں آتا دہلی میں تو ان باتوں کوسوں دور رہتے تھے۔ اب رد صوفیہ میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔[51] پھر اس قول کی تائید و تقویت یوں بھی کرتے ہیں کہ ان کے بھائیوں کا بیان ہے کہ شیعوں کی طرح تقیہ کرلیا ہے۔[52] مطلب یہ ہوگا کہ صرف ظاہری طور پر شیعہ ہوگئے ہیں لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقیہ کا مسئلہ یا اصول تو حضراتِ شیعہ کا ہے۔ منت کو شیعہ فرض بھی کرلیں تو انھیں تقیہ کرکے سنی بننا چاہئے تھا نہ کہ شیعہ۔ اس کے برخلاف یہ کہا جائے کہ وہ سنی تھے تو اس صورت میں ان کا تقیہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیونکہ اب تو تقیہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ جہاں تک میری معلومات کا

[50] مجموعہ نغز ج۲ ص ۲۱۵ و روز روشن ۶۵۲۔ [51] مجموعہ نغز ج۲ ص ۲۱۶۔ [52] ایضاً۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلق ہے۔ تقیہ حضرات اہل سنت والجماعت میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ حفظ یا مطلب براری کے لئے کوئی سنی بھی اس اصول کو اختیار کرے مگر یہ اس کا ذاتی فعل ہوگا اس کے جواز میں یعنی تبدیل عقیدہ کے لئے کوئی مذہبی سند نہ ہوگی۔

مگر قاسم اور روز روشن کی تردید میں شکرستان میں دو تین باتیں ملتی ہیں۔ منت کے شیعی عقائد ہوتے تو وہ ان باتوں کو اس کتاب میں نہ لکھتے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ شکرستان اس زمانہ کی تالیف ہے جب منت لکھنؤ میں تھے۔ اور وہ اس تالیف کو لے کر ایک انگریز رچارڈ جانسن[1] کے پاس تحفہ لے جا رہے تھے کیونکہ ان سے ایک دوست نے کہا تھا کہ یہ پرانی رسم ہے کہ جب کسی امیر کبیر کے پاس جاتے ہیں تو خالی ہاتھ نہیں جاتے اپنی بساط اور استطاعت کے موافق کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور ساتھ لے جاتے ہیں چونکہ تم شاعر ہو اور انشا پرداز کوئی تالیف یا تصنیف اچھا تحفہ ہوگی۔ منت نے شکرستان کے دیباچہ میں اس کتاب کی یہی وجہ تالیف بتائی ہے۔ مختصر یہ کہ منت شکرستان کے دیباچہ میں اس دوست کا نام ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ "سید حکما و حکیم السعادات سیدی وسندی میر محمد حسین۔

"سیدی وسندی" خاص طور پر قابل غور ہیں۔ نیز اس سے پیشتر حضرت فخر الدین کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے "ظل اللہ الممدود و حبل اللہ المتین مولانا و سیدنا محب النبی المعروف بفخر الدین دام ارشادہ فی العالمین" یہ ترکیبیں اور جملے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ منت نے اپنا عقیدہ لکھنؤ میں تبدیل نہیں کیا تھا اگر کیا بھی تو شاید کلکتہ جا کر جیسا کہ قدرت اللہ قاسم کی تحریر سے پتہ چلتا ہے۔

ان دو سندوں کے علاوہ شکرستان میں ایک اور سند مسخرے پن کی باتوں کے ذیل میں ملتی ہے مگر

---

[1] ایک دوسرے قلمی نسخہ میں شرح ج جانسن سے مگر دیکھئے ۱۷۲۳ ایٹے انڈیا آفس لائبریری کی فہرست مخطوطات بانکی پور لائبریری کی فہرست جلد سوم کے مطابق خود رچارڈ جانسن منت کو کلکتہ لے کر گیا۔ ایتھے بھی یہی کہتا ہے۔ گمان یہ ہے کہ لکھنؤ میں منت اس سے ملے ہونگے۔ دوستی کی بنا پر یا ان کی شاعری کی وجہ سے ربط ضبط ہو گیا ہوگا جس کی بدولت یہ کلکتہ پہنچے۔

© rasailojaraid.com

میں اسے عمداً حذف کرتا ہوں کیونکہ یہ مسخرہ پن کی بات ہونے کے علاوہ مذہبی نوک جھوک یا اسی قبیل کی دوسری بات کا پہلو بھی لئے ہوئے ہے۔ نیز اس کے الفاظ کو دہرانے یا اس مقام پر نقل کرنے سے کوئی خاص فائدہ بھی نہیں اس لئے اس کو ترک کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ ہاں یہ جتا دینا ضروری ہے کہ منت شیعی عقیدہ رکھتے ہوتے تو ان کے قلم سے یہ لفظ کبھی نہ نکلتے۔ بلکہ میری رائے میں یہ الفاظ اس بات کا قوی ترین ثبوت ہیں کہ شگرستان کی تالیف اگر عقیدے کے تبدیل ہونے سے قبل کی ہے تو اس وقت تک منت نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا تھا۔ بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ منت نے عقیدہ تبدیل کیا تو یہ بعد کا واقعہ ہے۔ منت کے قیام لکھنؤ سے اس کا کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ اکثر تذکرہ نویس ذاتی معلومات کی بنا پر یا محض ایک دوسرے سے نقل کر کے یہی لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ سنی سے شیعہ ہو گئے تھے تو سر دست بغیر کسی دوسری قوی دلیل کے اس بیان کی فوری اور قطعی تردید بھی نہیں کی جا سکتی۔

ابھی منت دہلی ہی میں تھے کہ تعلیم سے فراغت پا کر اول اول نواب عماد الملک کے مصاحبوں میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا فخر الدینؒ کے مریدوں کے زمرے میں شامل ہوئے۔ پھر جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے ۱۱۹۱ھ ہجری نبوی میں دہلی سے لکھنؤ کا سفر کیا۔ میر قدرت اللہ قاسم ہم سفر ہوئے۔ کفایت کے خیال سے دونوں نے ایک ہی گاڑی میں سفر کیا۔ لکھنؤ میں ایک صاحب میر محمد حسین جن کو ازاحلہ فضلہ و ارباب ... خطاب بنایا گیا ہے ان کے نئے ساعی ہوئے۔ آصف الدولہ والی اودھ اور

لہ سید محمد حسین خان بہادر جلادت جنگ مقدم الدولہ [illegible] الملک اور ان کے بیٹے سید سرفراز حسین خاں کلکتہ میں واجد علی شاہ کی سرکار میں [illegible] [illegible] حسین مخلص تخلص کرتے تھے، کلام ان کا زیادہ تر نعتیہ ہے صبح روشن ۲۹۵ غالباً یہ دونوں صاحبان واجد علی کے [illegible] لکھنؤ سے [illegible] قیاس بظاہر دور از کار معلوم ہوتا ہے کیونکہ منت کے مربی جو محمد حسین تھے ان کا انتقال واجد علی شاہ کے کلکتہ [illegible] سے [illegible] ہوچکا تھا حضرت شیرانی صاحب مجموعہ نغز کے انڈیا آفس لائبریری کے ایک دوسرے قلمی نسخے سے نقل کرتے ہوئے [illegible] مرزا محمد فاخر مکین [illegible] دوسرے مخطوطہ میں لکھا ہے لیکن اصل نسخے میں مرزا محمد فاخر مکین کو کاٹ [illegible] محمد حسین کو ازاحلہ فضلہ و ارباب ... ظاہری ہو کر حاشیہ پر اضافہ کیا گیا ہے شیرانی صاحب کے نزدیک مخطوطہ انڈیا آفس [illegible] شگرستان کے دو قلمی نسخوں کی بھی ہے اور مجموعہ نغز کی صحت کا

© rasailojaraid.com

نائب الریاست حیدر بیگ خاں اور راجہ ٹکیت رائے دیوان کی تعریف میں قصیدے لکھے انعام و اکرام سے بہرہ ور ہوئے۔

عماد السعادت صفحہ ۱۳۶ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرفراز الدولہ ناظم الملک مرزا حسن رضا خاں وزیر کے ایک دوست میر نعیم خاں کے رفیق میر حسین تھے۔ یہ نام پانچ سطروں میں تین مقام پر اس وضع سے آیا ہے لیکن چھٹی سطر میں کاتب نے میر محمد حسین لکھا ہے۔ نیز ان کے بارے میں لکھا ہے کہ "میر حسین باشندۂ شاہجہاں آباد سید نعمت الٰہی بود" اس سے فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ منت نے دہلی سے ترک وطن کر کے میر محمد حسین کا توسل اختیار کیا کیونکہ اس زمانہ میں بلکہ اس سے پیشتر اور بیشتر کیا آج کل بھی لوگ مسافرت کے عالم میں ہموطنوں ہی کا دامن پکڑتے ہیں۔ رہی یہ بحث کہ یہ نام عمادت السعادت میں مغشوش ہے ممکن ہے کہ کاتب کے سہو کی وجہ سے یہ تین مقام پر میر حسین اور چوتھی جگہ میر محمد حسین یعنی صحیح لکھا گیا ہو۔ چونکہ یہ داروغہ کچہری تھے اور راجہ ٹکیت رائے ان کے نائب، ممکن ہے کہ یہی منت کے مربی بنے ہوں۔ بانکی پور لائبریری کی فہرست جلد سوم کی رو سے انھوں نے آصف الدولہ کے پیشکار کا دامن پکڑا۔ اس صورت میں بھی یہ قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ منت نے لکھنؤ میں والی ملک اور حیدر بیگ نائب الریاست اور دیوان راجہ ٹکیت رائے کی شان میں قصیدے لکھ کر خوب نام بھی پیدا کیا اور کافی صلے بھی پائے۔ یہاں سے بنگالے کی طرف روانہ ہوئے غالباً مسٹر رچارڈ جانسن نے انھیں ادھر کھینچا ہوگا اور اسی کی وساطت سے نواب مرشد آباد کی سرکار میں پہنچے اب انھوں نے مدح سرائی اختیار کر لی تھی۔ سرکار مرشد آباد سے انعام پایا یہ واقعہ ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء کا ہے۔ بلکہ

لہ حسن رضا خاں المخاطب سرفراز الدولہ ناظم الملک نواب آصف الدولہ کے وزیر کا نائب تھا۔ ایک شخص اسمٰعیل تاجر شوہ کا رسوخ جان برشٹو کے ہاں بہت تھا۔ ذاتی منفعت کی غرض سے اس نے حیدر بیگ کو اس منصب پر پہنچایا۔ اس سے پہلے حیدر بیگ کورہ جہاں آباد کے پرگنہ کا حاکم تھا عمادت السعادت ۸ - ۱۳۵ و سیر المتاخرین ج ۳ ص ۹۵۴ -

لہ یہ قوم کے سری واستو کایستھ، ابتدا میں نواب صفدر جنگ کے رسالہ دار حیدر بیگ خاں نیشاپوری کے ملازم، پھر میر محمد حسین شاہجہاں آبادی کی جگہ داروغہ کچہری ہوئے، ترقی کی اور داد و دہش میں بہت نام پایا۔

عمادت سعادت ج ۷ ص ۱۳۶ ، بہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس وقت ان کی عمر یعنی جب خلاصۃ الکلام کی تالیف ہوئی ہے ستائیس سال کی بتائی گئی ہے یہ بظاہر غلط ہے کیونکہ ان کا انتقال انچاس سال کی عمر میں ہوا ہے۔ ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء اور ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء میں جوان کا سن وفات ہے کل تیرہ سال کا فرق ہے۔ [1]

معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر رچارڈ جانسن منت کے حال پر بہت ہی مہربان تھے کیونکہ ان کی رسائی گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز تک اخیر ان صاحب کی کوشش کے دشوار تھی۔ منت نے وارن ہیسٹنگز کی مدت میں بھی قصیدہ سرائی کی اور انعام میں ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ معلوم نہیں منت کے سوا اور کون سے شاعر ہوں گے جن کو دربار کمپنی سے ملک الشعرائی کا خطاب ملا ہو۔

منت کے ان دور دراز مقامات کے سفر کرنے سے ظاہر ہے کہ یہ سفر کی مشقتوں کے خاصے عادی تھے چنانچہ اب کے انھوں نے حیدرآباد کا سفر کیا۔[2] مجموعۂ نغز تو یہ بتاتا ہے کہ سفارت پر گئے تھے[3]۔ غالباً کوئی سرکاری کام ہوگا اور اس کے لئے مسٹر رچارڈسن ہی کی کوششوں سے منتخب ہوئے ہونگے۔ غرض یہ کہ نواب نظام علی خاں نظام الملک آصف جاہ کی شان میں بھی قصیدہ لکھکر پیش کیا۔ دس ہزار روپیہ صلہ میں اور اس کے ساتھ ملک الشعرا کا خطاب زمرد کی مہر پر کندہ ہوکر ملا۔[4]

مشرقی دربار کی اس عزت افزائی سے ان کی ملک الشعرائی پر اب قطعی مہر ہوگئی۔ ان کی سخن پردازی کا اعتراف ہوا اور خراج تحسین ملا۔ مگر تھے ایسے آبلہ پا کہ وہاں بھی نہ ٹکے اور الٹے لکھنو کو لوٹے وہاں میر محمد حسین کا انتقال ہوچکا تھا مگر ان کے لئے مربی موجود تھے۔ راجہ ٹکیت رائے نے انھیں اپنا ندیم بنایا اور ان کی کفالت اپنے ذمے لی۔[5] مگر پاؤں میں جو چکر تھا وہ چین سے کب بیٹھنے دیتا تھا۔ دوبارہ پھر کلکتے کا رخ کیا اور ۱۲۰۸ھ ہجری میں انچاس سال کی عمر تھی کہ وہیں پیوند خاک ہوئے۔ کلکتہ کی کربلا کی زمین نے اپنی

[1] سرکاری ... [illegible] ۔ [2] غالب کے ... [illegible] ۔ [3] مجموعۂ نغز ج ۲ ص ۲۱۵ روز روشن ص ۴۵۳
[4] مجموعۂ نغز، ... [illegible] ۔ [5] گلشن بے خار ص ۹۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آغوش میں لیکر ان کی سیادت کا حق ادا کیا اور ان کی غربت کو چھپایا [1]

دو شش می کشد آدمی را بزور یکے آب و دانہ دگر خاک گور

میر حسن اپنے تذکرہ شعرائے اردو میں ممنون کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے لکھنؤ میں اپنے باپ منت کے ساتھ زندگی کا ایک حصہ بسر کیا اور انہی سے یعنی منت سے کسب فنون بھی کیا [2]۔ کسی اور تذکرے میں یہ بات نظر سے نہیں گذری کہ منت اپنے ساتھ بیٹے کو بھی لے گئے تھے۔ مجموعۂ نغز کا مولف ان کے ہمراہ دہلی سے لکھنؤ تک شریک سفر رہا لیکن اس بات کی طرف اس نے اشارہ بھی نہیں کیا۔ البتہ قیاس کہتا ہے کہ امرا کی قدردانی دیکھکر اور اپنی خوش حالی پر نظر کر کے منت نے بعد میں ممنون کو بھی اپنے پاس بلا لیا ہو۔ رہا کلکتہ کا سفر اس کے بارے میں قطعی پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ بیٹا سفر یا آخری وقت میں باپ کے پاس تھا یا نہیں۔

ممنون کے ترجمے سے صرف معدودے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں مگر اس کے ساتھ ان میں ایک طرح کا تناقض بھی پایا جاتا ہے مثلاً ان کی عمر تذکرہ صبح روشن کے مطابق آفتاب عالم تاب کی تالیف کے وقت ۶۵ سال تھی، ان کی اپنی تحریر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ منت کی ایک کتاب کا خاتمہ خود انھوں نے ۱۲۰۸ ہجری نبوی میں لکھا۔ اب یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ ۱۲۰۸ ہجری میں ان کی عمر کیا ہوگی ممنون کے متعلق دوسری معلومات یہ ہیں کہ وہ ایک عرصے تک کوٹ قاسم کے فوجدار رہے اور جنرل اختر لونی کے زمانے میں تحصیلداری کے عہدے پر فائز تھے [3]۔

اس سلسلے میں ایک دلچسپ روش یہ بھی مشاہدہ میں آتی ہے کہ مصنف یا مولف لوگوں کی عمر کا اندازہ یا اس کو قلمبند کرنا اپنی تالیفات کے سن کے تحت میں کرتے تھے مثلاً اس سے پہلے آپ دیکھ چکے ہیں کہ خلاصۃ الکلام کی سن تالیف کو لیکر ایک نے منت کی عمر کا حصر کیا۔ اسی طرح دوسرے نے ممنون کی عمر کا تعین کیا

---

[1] روز روشن ۶۵۳ و گلشن بے خار ۳۔ ۹۳ [2] تذکرہ میر حسن ۱۶۱۔ [3] صبح روشن ۴۵۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انڈیا آفس لائبریری میں منت کا دیوان محفوظ ہے۔ اس میں قصائد، ایک مثنوی اور غزلیات ں ہیں[51]۔ بانکی پور لائبریری میں بھی دیوان یا کلیات کا نسخہ ہے جو غزلیات مخمسات (جو حافظ، سعدی ں اور مظہر کی غزلوں پر لکھے ہیں) مقطعات، قصائد، مثنوی، ترکیب بند، ترجیع بند اور واسوخت پر ں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ۳۰۰ سے زیادہ اوراق میں یہ کلام محفوظ ہے[52]۔ نیز انڈیا آفس کا مخطوطہ جزو کی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسری بدیہی بات یہ ہے کہ اصناف سخن پر قادر تھے۔ عام طور پر ان کا م ملتا نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ بحث ان کے فارسی کلام سے تعلق رکھتی ہے۔ اپنے م کی نسبت ان کا ذاتی بیان یہ ہے۔

دریں عمر دہ مثنوی گفتہ ام ۔۔۔ بآئین و طرز نوی گفتہ ام

چو اشعار من در عدد می رسد ۔۔۔ شمار قصائد بصد می رسد

بود شعر من در غزل سی ہزار ۔۔۔ ز یا نصد رباعی گرفتم شمار

یہ اشعار روز روشن میں ان کی تصنیف چمنستان سے نقل کیے گئے ہیں، اسی تذکرہ میں ان کی ن تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں مثلاً معجز الکمال، مثنوی کا نام ہے جو اہلی شیرازی کی مثنوی سحر حلال جواب میں لکھی گئی۔ سحر حلال میں اہلی نے صنعت تجنیس کا التزام رکھنے کے علاوہ یہ بات بھی رکھی ہے ہر شعر دو قافیتین ہے، ور دو دو بحروں میں پڑھا جا سکتا ہے منت نے بھی اسی کا تتبع کیا ہے[53]

چمنستان بوستان کے جواب میں لکھی اسی طرح گلستاں کے جواب میں شکرستاں لکھی۔ حق یہ ہے کہ دی کی گلستاں کا جواب لکھنے کو ایک دو نے نہیں بلکہ کئی انشا پردازوں نے جواب لکھا مگر جواب جسے فی الواقع واب کہہ سکیں آج تک کسی سے بن نہیں پڑے۔ پھر منت کی شکرستان کو لیکر کوئی کیسے محاکمہ یا موازنہ کر سکتا ہے ں یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اردو مصنفین میں یہ بھی شامل ہوگئے۔

---

[51] ایتھے ص ۱۷۲۳۔ [52] بانکی پور لائبریری کی فہرست ص ۳۰۔ [53] روز روشن ص ۶۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قصہ ہیر و رانجھا پنجاب کا مشہور قصہ ہے۔ غنیمت نے نیرنگِ عشق لکھی۔ آفرین لاہوری (المتوفی ۱۱۵۴ھ/۱۷۴۱ء) نے اسے فارسی میں نظم کیا۔ اس کا نام کہیں کہیں نازونیاز بھی آیا ہے۔ ایک صاحب مقبول نامی نے اسے اردو کا جامہ پہنایا۔ گارساں دتاسی مشہور فرانسیسی مستشرق نے اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ منارام منشی نے ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء میں اسے فارسی نثر میں لکھا۔ منت نے اسی قصے کو فارسی میں نظم کیا۔ قصۂ عشق ہیر رانجھا سے سن تالیف نکلتا ہے جو ۱۱۹۵ھ ہے، یہ مثنوی مسٹر رچارڈ جانسن کے نام سے معنون ہے[۱]۔ مثنوی کا ابتدائی شعر یہ ہے۔

خداوندا طلسم راز بکشاے بمن سر نیاز و ناز بنماے

اسپرنگر نے ایک نظم کو مثنوی تصور کرکے اس کا پہلا شعر لکھا ہے یہ شعر مثنوی کی بحر میں نہیں ہے شعر حسب ذیل ہے

حبذا صانع صورت گر معنی پرداز کہ چنیں ریخت سراپاے تو در قالب ناز

منت کی ایک اور تصنیف بھی ہے جس کا نام تہذیب کلام ہے اس میں جو عربی عبارتیں مولف نے نقل کی ہیں ان سے ان کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے۔ اسی کتاب کا خاتمہ ان کے بیٹے نظام الدین ممنون فخر الشعرا نے لکھا ان کی تاریخ وفات اور کتاب کی تکمیل کی تاریخ کا اضافہ بھی کیا طوالت کے خوف سے صرف ان تاریخوں کے مصرعے یہاں نقل کرتا ہوں۔

تاریخ وفات قمر دین بخسوف آمدہ آمد! (۱۲۰۸)

تاریخ تکمیل تہذیب کلام جواب آمد کہ تہذیب کلام است

اس دوسری تاریخ کے نیچے کاتب نے (جس نے اپنا نام نہیں لکھا) یہ الفاظ بھی لکھے ہیں۔ تمام شد نسخہ بموجب فرمائش میر صاحب میر نظام الدین فخر الشعرا۔ کیا عجب کہ یہ نسخہ ممنون کی ذاتی ملکیت ہو۔ مجموعہ نغز میں ذیل کی مختصر اردو غزل اور ایک شعر بطور نمونۂ کلام دیے ہیں۔

---

[۱] اسپرنگر ص ۷۴ہ۔

© rasailojaraid.com

مدعی اس سے نہیں حرف زباں بوسی ہے ‏ ‏ ‏ پھر تمنا کو یہاں شقۂ مایوسی ہے
آہ اے کشتۂ داغ غم خوباں کہ مدام ‏ ‏ ‏ صفحۂ سینہ پر از جلوۂ طاؤسی ہے
میری ہی طرح جگر خوں ہے ترا مدت سے ‏ ‏ ‏ اے حنا کس کی تجھے خواہش پابوسی ہے
تہمت عشق عبث کرتے ہیں مجھکو منت ‏ ‏ ‏ ہاں یہ سچ ملنے کی خوباں سے تو اک خو سی ہے
ہمت وہ جوش وہ الفت وہ دور کی ‏ ‏ ‏ آپ کو سوجھی نہایت دور کی

میر حسن نے ذیل کا شعر اپنے تذکرہ میں نقل کیا ہے۔

منت اپنے کو دل دیا تونے ‏ ‏ ‏ اے مری جان کیا کیا تونے

چونکہ ان کا کلیات یا دیوان سر دست میسر نہیں اس لئے کلام پر تبصرہ یا رائے زنی کرنا عبث سمجھکر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

سیرت سیّد احمد شہیدؒ

حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقائے ذی شان کے سوانح حیات اور آپ کی جماعت کے عدیم المثال کارناموں پر ہماری زبان میں پہلی عظیم الشان کتاب جس میں ہندوستان کی سب سے بڑی روحانی تحریک جہاد و تنظیم اور اصلاح و تجدید اور احیاء خلافت کی بھی مکمل تاریخ بیان کی گئی ہے۔

طبع ثانی جس میں بہت سے اہم اور غیر معمولی اضافے کئے گئے ہیں۔ اور جن کے بعد کتاب کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے تقطیع ۲۳×۱۹/۸ صفحات ۴۴۸۔ یہ ایڈیشن بھی ختم ہو رہا ہے۔ چند جلدیں باقی ہیں۔ موجودہ قیمت چار روپے

مکتبہ برہان دہلی قرول باغ